صحرا میں سفر

سلمیٰ فہیم گل

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ثروت نذیر

لنچ بریک میں وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی رومانوی رسالہ نکال کر پڑھتی رہتی۔ گھر سے لایا ہوا کھانا اس قابل ہی نہ ہوتا کہ وہ اسے کسی کولیگ کے ساتھ شیئر کر سکے۔ اس لیے وہ جلدی سے کھانا ختم کرتی اور دراز سے رسالہ نکال کر پڑھنا شروع کر دیتی اور کچھ دیر کے لیے وہ سب کچھ بھول جاتی۔ اپنا آپ بھی کہ وہ بینک میں معمولی سی کلرک ہے۔ جس کی دس ہزار تنخواہ ہے۔ جو شکل کی انتہائی واجبی ہے، رنگ سانولا اور قد پانچ فٹ ہے۔ جس کا نام شگفتہ اور وہ ایک لوئر مڈل کلاس گھرانے کی سب سے بڑی بیٹی ہے۔

ناولٹ

افسانہ پڑھتے ہوئے وہ اس افسانے کی خوب صورت، سروقد امیر اور ہردل عزیز اکلوتی ہیروئن ہوتی۔ جس کا انتہائی منفرد نام ہوتا، جس کے بہت سے چاہنے والے ہوتے۔ جس کا ہیرو اسے اتفاقیہ ساحل کے کنارے یا اپنی کار کی لفٹ دیتے ہوئے مل جاتا۔ جب لبِ سڑک اس کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہوا ہوتا۔ اس وقت یہ افسانوی دنیا اس کے اردگرد پھیل جاتی۔ جس کے اندر کچھ دیر کے لیے اسے دھند میں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس طرح وہ اس افسانوی دنیا میں اپنی حقیقی دنیا کو بالکل نہ دیکھ پاتی۔ شگفتہ کو یہ لمحاتی طلسماتی دنیا بڑی عزیز تھی۔ جو کچھ لمحوں کے لیے ہی سہی اسے زندگی کی تلخیوں سے دور لے جاتی۔

لنچ بریک ختم ہوا تو اس نے نہایت بددلی کے ساتھ رسالہ دراز میں رکھا۔ کہانی اس وقت انتہائی دلچسپ موڑ پر تھی۔ ہیرو ہیروئن اتفاق سے ایک شادی میں مل جاتے ہیں اور یہاں پر نہایت دلچسپ مکالمے تھے کہ اسے ایک کلائنٹ کی بینک اسٹیٹمنٹ کا آرڈر آ گیا۔ اس کی انگلیاں دھڑا دھڑ کی بورڈ پر چلنے لگیں۔ وہ تین سال سے اس برانچ میں کام کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ دو اور بھی لیڈی ورکر تھیں اور پانچ مرد تھے۔ سب ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے۔ جب پہلی بار شگفتہ نے یہ آفس جوائن کیا تھا تو اس پر ان کہانیوں کا بہت اثر تھا۔ وہ ہر چیز کو رومینٹک انداز میں دیکھنے کی کوشش کرتی۔ آفس میں کوئی کولیگ پوچھ کر

دیتا تو وہ سارا دن اس بات کی ذہنی جگالی میں مصروف رہتی۔

”مس شگفتہ! آپ کی ٹائپنگ کی تو بات ہی کچھ اور ہے ہشم سے تحریر نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔“ پرویز احمد لیٹر لیتے وقت ذو معنی انداز سے بولتا تو شگفتہ ان دو لائنوں کے فقرے پر سارا دن اپنی زندگی کی ٹرین کو دوڑانے لگتی۔

منیجر صاحب نے ڈانٹ دیا تو سارا دن منہ کڑوا اور آنکھیں بھیگی رہتیں۔ لیکن جوں جوں وقت سرکتا گیا۔ شگفتہ اس ماحول یہاں کی باتوں اور لوگوں کی نگاہوں کے زاویوں کو جان گئی۔ اس کو معلوم ہو گیا کہ کس کا کس بات سے کیا مطلب ہے۔

اب شکریہ، سوری، سرنوازش، تھینک یو جیسے لفظ عام استعمال کرنے لگے۔ پہلے کی طرح نہ تو اس کے چہرے پر سرخی چھاتی اور نہ ہی آنکھوں میں نمی اترتی۔ اب وہ جان گئی تھی کہ وہ کیا ہے اور کیا کرنے آئی ہے اور یہاں کیا نہیں ہو سکتا۔

☼ ☼ ☼

ریلوے لائنوں کے پاس سرخ کوارٹروں میں سے ایک کوارٹر شگفتہ کا گھر تھا۔ اس کے والد ریلوے میں ملازم تھے۔ سات بہن بھائیوں میں شگفتہ سب سے بڑی تھی۔ پھر دو بہنیں اور چار بھائی تھے۔ تعلیم ریلوے کے اسکول میں میٹرک تک مفت حاصل کی پھر گھسٹ گھسٹ کر بی کام کیا۔ گھر بھی ریلوے کی طرف سے ملا ہوا تھا۔ شگفتہ نے بی کام کے بعد گھر کے پاس کھلے ہوئے ایک کمپیوٹر کے تربیتی ادارے سے کمپیوٹر کے بنیادی کورس کر لیے تو باپ نے کوشش کی اور اسے ایک بینک میں معمولی سی ملازمت مل گئی۔ شگفتہ کا نوکری کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ تو بی کام کے بعد اپنے بیاہ کی امید لگائے بیٹھی تھی لیکن جب نوکری کرنے کی خواہش کا اظہار اس کے والد کی طرف سے کیا گیا تو اس نے بے دلی سے ان کی ہاں میں ہاں ملا دی۔

اماں نے دبے لفظوں میں احتجاج کیا۔

”ریاض احمد! بیٹی کے بیاہ کی فکر کرو تُو اسے نوکری دلوانے کے چکر میں پھنس گیا ہے۔“

”بھلیے لوکے! اسی کا فائدہ ہے آج کل شادیاں کوئی گڈی لڈے کا کھیل نہیں ہے۔ لاکھوں کا جہیز دو تو اگلے گھر کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں۔ پڑھی لکھی نوکری پر لگی لڑکی کی حیثیت اب گھر بیٹھی لڑکی سے زیادہ ہے۔ رشتے لینے والوں کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ اگر جہیز نہ بھی ملا تو کماؤ لڑکی اس کمی کو پورا کر دے گی۔“

”پر لوگ کیا کہیں گے؟“ اماں کچھ کچھ قائل تھیں مگر لوگوں کے طعنوں سے خوف زدہ بھی تھیں۔

”لوگوں کی پروا کرنا چھوڑ دو مجھے بس اپنی بیٹی کا مستقبل عزیز ہے۔ اور پھر میرے دوست اعجاز کی بڑی واقفیت ہے بینک میں۔ اپنی شگفتہ کو تو بہت جلد ملازمت مل جائے گی۔“

ریاض احمد حتمی فیصلہ کر چکے تھے۔ شگفتہ کو اگرچہ نوکری سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ لیکن ابا کی باتیں سن کر اس نے بھی اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کر لیا۔

شروع شروع میں تو سب کچھ بڑا اچھا اور انوکھا لگا۔ گھر والے بھی بہت خوش ہوئے جب اس کو پہلی تنخواہ ملی۔ شگفتہ کے لیے تنخواہ ملنے کا تجربہ بہت ہی خوش گوار اور ہمت افزا تھا۔ پہلی بار شگفتہ نے ساری تنخواہ اماں کے ہاتھ پر رکھی تو مارے تشکر کے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اماں نے بے اختیار ہی اس کا ماتھا چوم لیا۔ شگفتہ کے لیے یہ تجربہ بھی بالکل نیا تھا۔ اس سے پہلے شگفتہ کے ہوش میں اماں نے اتنی محبت کا مظاہرہ اس سے کبھی نہیں کیا تھا۔ اس وقت اس نے سوچا کہ پیسے میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ منٹوں میں محبت کے تناور درخت اگا دے۔

”تو تو اپنے باپ کا بازو بن گئی ہے شگی! اللہ تجھے زندگی دے، خوشیاں دے۔“ اماں جذبات کی رو میں بولتی چلی گئیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ جب شگفتہ دفتری ماحول سے آشنا ہوئی تو اسے احساس ہوا کہ ساری تنخواہ اماں کے ہاتھ میں نہیں رکھنا چاہیے۔ بلکہ کچھ رقم اپنے ہاتھ میں بھی ہونا چاہیے۔ چنانچہ اب وہ تنخواہ میں سے ہزار پانچ سو اپنی ضرورتوں کے لیے رکھ لیتی۔ اماں کو تنخواہ میں کمی کا احساس ہوا تو وہ بھی بول اٹھیں۔

”کیوں شگی اس بار تنخواہ کم کیوں ملی ہے؟“ اماں روپے گن کر بولیں۔

”اماں! ہزار روپے میں نے رکھ لیے ہیں۔“ شگفتہ آنکھیں نیچی کر کے بمشکل بولی۔

”تو نے کیا کرنے تھے؟“ اماں کا لہجہ سخت ہو گیا۔

”اماں! باہر ضرورت پڑ جاتی ہے اس لیے۔“

”اے ہے! باہر کیا ضرورت پڑتی ہے۔ وین کا کرایہ تو میں تجھے الگ سے دیتی ہوں۔“

”یہ خوب۔ کماؤں میں، سر میں کھپاؤں تنخواہ مجھے ملے اور یہ مجھے میرے ہی پیسوں میں سے دے کر احسان کر رہی ہیں۔“ شگفتہ نے باغیانہ انداز سے جل کر سوچا۔

”اماں! تمہیں کیا پتہ، باہر کیا کیا ضرورتیں پڑتی ہیں۔ کتنے کام ہوتے ہیں۔“ شگفتہ تیزی سے بولی۔

”کوئی بات نہیں کوئی بات نہیں۔ تم کیا جرح کرنے بیٹھ گئی ہو بچی سے۔“ ریاض احمد جلدی سے بولے۔

تب شگفتہ کو پہلی بار پیسے کی طاقت کا احساس ہوا۔ دفتر میں یہ پیسہ کولیگ کے ساتھ چائے بسکٹ میں اڑ جاتا یا پھر وہ کوئی نیا سوٹ بنا لیتی۔ میک اپ کا سستا سا سامان بھی اس نے خرید لیا تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے صحیح معنوں میں ورکنگ ویمن کا روپ دھار لیا۔ وہ نہ صرف بیرونی طور پر بدلی تھی بلکہ ذہنی طور پر بھی بدل چکی تھی۔

گھر میں اس کی تنخواہ کے باعث کچھ خوش حالی بھی آ گئی تھی۔ نئے سوتی پردے کھڑکیوں میں ڈل گئے تھے۔ دو تین بید کی کرسیاں آ گئی تھیں۔ لحافوں کے واسطے پیٹی خریدی گئی۔ ٹوٹا ہوا صوفہ ٹھیک ہو گیا تھا۔ اس طرح کی چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں کے ساتھ سال گزر گیا۔ اس سال میں شگفتہ کے لیے کچھ رشتے بھی آئے۔ اماں تو چاہتی تھیں کہ جلد از جلد اس کی فرض سے سبک دوش ہو جائے لیکن شگفتہ کو اب باہر کی رنگینی اچھی لگنے لگی تھی وہ انکار کر دیتی۔ وہ اب امیدوں کے نئے چراغ جلا بیٹھی تھی۔ پہلے والی بیاہ کی فرسودہ امید اس نے ختم کر دی تھی۔ نئی دنیا کی رنگینی اتنی چمک دار اور پرکشش تھی کہ پچھلی زندگی اسے بجھا ہوا چراغ لگتی۔

کام کرتے کرتے دوسرا سال ہونے کو آیا۔ تو آہستہ آہستہ اس کو یکسانیت کا احساس ہونے لگا۔ زندگی ایک ہی پیٹرن پر چل رہی تھی سب کچھ مدھم اور بدرنگا ہونے لگا۔ وہی گھر، وہی راستہ، وہی ویگن، وہی دفتر۔

گھر سے ویگن، ویگن سے اتر کر جمشید بلڈنگ کو کراس کر کے اشرف بیکری سے دائیں سڑک پر نبی مسجد، شاہراہ پر لگا جو تھا درخت۔ درخت کے ساتھ والی سڑک پر تیسری بلڈنگ میں دوسری منزل پر پہلی کرسی۔

اس کا ذہن جو اب ان سب کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا اور اب بوریت محسوس کرنے لگا تھا۔ کچھ عمر کا تقاضا تھا۔ اس عمر میں ویسے بھی دل چاہتا ہے کہ تبدیلیاں جلدی جلدی ہوں مگر اب اس کی زندگی ریلوے لائن کی مانند ہو گئی تھی۔ ساکت مخصوص جو کبھی کبھی کسی جنکشن پر تبدیل ہوتی ہیں۔

گھر والے بھی اس کے پیسوں کے عادی ہو گئے تھے۔ اس کی شادی کا قصہ جو پہلے ہر دوسرے دن چھڑ جاتا تھا اب قصہ پارینہ بنتا جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ دوسرا سال بھی اسی پھیکے پن کی نذر ہو گیا۔

شگفتہ کی تنخواہ سے گھر والوں کو بڑا سہارا ہو گیا تھا۔ گھر پہلے کی نسبت بہتر ہو گیا تھا۔ مگر شگفتہ میں اب وہ پہلے والی شگفتگی نہ رہی تھی۔ مزاج میں تیزی اور چڑچڑا پن آ گیا تھا۔ گھر والے اب اس سے دبتے تھے۔ بات بے بات وہ چھوٹے بہن بھائیوں کو ڈانٹنے لگتی۔ کبھی کپڑے دیر سے استری کرنے پر شاہدہ کے تھپڑ جڑ دیا اور کبھی یاسمین کو چائے نہ لانے پر ڈانٹ دیا۔ اب تو وہ اماں کا لحاظ بھی نہ کرتی۔

”اماں! یہ گھر میں اتنی گرد کیوں ہے چیزوں پر۔ شاہدہ اور یاسمین کو اتنی تمیز نہیں کہ گھر کو اچھی طرح

صاف کردیں۔" شگفتہ غصے سے بولی۔

"کہاں ہے مٹی۔ مجھے تو نظر نہیں آتی۔" اماں بوکھلا کر بولیں۔

"آپ کو تو کبھی نظر نہیں آتا۔ دیکھا نہیں آپ نے، پچھلے ہفتے میں گلاسوں کا سیٹ لے کر آئی تھی اور کل ظہیر کے بچے نے گلاس توڑ ڈالا۔"

"ارے لڑکی! ٹوٹنے والی چیز تھی ٹوٹ گئی تو کیا ہوا؟"

"جی ہاں ہوا ہی کچھ نہیں۔ میں کماؤں اور یہ سب مل کر اجاڑیں۔"

"ہاں بھئی اب تو کماتی ہے تو جتائے گی کیوں نہیں۔" اماں غصے سے کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

بعد میں اس پر ندامت طاری ہونے لگی۔ وہ خوامخواہ ہی اماں سے الجھ پڑی۔ لیکن یہ خوامخواہ ہر روز ہی ہونے لگی۔

دفتری زندگی اپنی مخصوص روش پر رواں دواں تھی۔ سارا دن فائلیں۔ کمپیوٹر، ٹائپنگ یا پھر کولیگز کے ساتھ گپ شپ۔ دراصل اب وہ سب ایک دوسرے کے بارے میں اتنا کچھ جان چکے تھے کہ ایک دوسرے کی باتوں میں اب کوئی دلچسپی یا اسرار باقی نہیں رہا تھا۔ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ کتنے بہن بھائی ہیں؟ گھریلو حالات کیا ہیں۔ شادی شدہ ہے یا نہیں۔ بیوی کس مزاج کی ہے۔ بچے کس اسکول میں پڑھتے ہیں۔ یہ سب باتیں اب معلوم شدہ تھیں پھر دلچسپی کیسے ہوتی۔

لنچ بریک میں وہ حسبِ معمول کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی کہ شفیق نیاز اس کی میز پر آگیا۔

"چھوڑیں مس ریاض! ناراضی ہے آپ سے ایک۔"

"کس بات پر؟" شگفتہ حیرانی سے رسالہ ایک طرف رکھ کر بولی۔

"بس جی۔ میری پروموشن ہوئی ہے نارووال برانچ میں اور آپ نے اب تک مبارک باد ہی نہیں دی۔"

"لیں آپ خود ہی تو افسردہ تھے اس دن وہاں پروموشن ہونے پر پھر میں مبارک کیسے دیتی۔" شگفتہ مسکرا کر بولی۔

"آپ کی بات اور ہے مس ریاض!"

"میری کیا خاص بات ہے؟"

"خاص بات یہ ہے کہ ذرا یہ میرے ایڈوانس کے لیے لیٹر ہے۔ اسے تو ٹائپ کردیں۔" شفیق مسکرا کر بولا۔

"جی تو یہ تھی خاص بات۔"

شگفتہ جانتی تھی کہ ان باتوں کے پیچھے کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس سے ذہن کو خوامخواہ کسی خوش فہمی میں مبتلا کیا جائے۔ یہ تو وقتی باتیں ہیں جن میں خوشبو نہیں ہوتی۔ یہ تو بے رنگ و بو ہوتی ہیں۔

☼ ☼ ☼

شفیق نیاز کی جگہ کلرک آصف حمید نے لے لی۔ وہ نوجوان لڑکا تھا۔ خوش شکل اور خوش مزاج۔ ہر وقت بنا سنورا رہتا وہاں پر جتنے بھی مرد کلرک تھے۔ وہ ان سب سے زیادہ خوش حال بھی نظر آتا۔ صبح کے وقت بڑے طمطراق کے ساتھ وہ خستہ حال سوزوکی کار سے اترتا۔ چابی کو سیٹی کی دھن پر گھماتے ہوئے وہ بڑی ادا سے اپنی سیٹ پر جا بیٹھتا، اس کی باتیں آفس کے باسی ماحول میں تازہ ہوا کے جھونکے کی مانند تھیں۔ اس کی شخصیت سب کے لیے ایک دلچسپ موضوع بنی رہتی۔ مرد اسٹاف رشک سے اس کے متعلق باتیں کرتے اور خواتین اشتیاق سے اس کو اپنی باتوں کا مرکز بناتیں۔

"کسی امیر گھر کا لگتا ہے ورنہ آٹھ دس ہزار روپے میں گاڑی خریدنا تو ممکن نہیں ہے نا!" نازلی نے اندازہ لگایا۔

"سیکنڈ ہینڈ لی ہوگی۔" بشریٰ نے اپنی رائے دی۔

"یا پھر ہو سکتا ہے لیز پر لی ہو۔"

"ارے پر گاڑی کی قسط دینا کوئی آسان بات تو نہیں۔" نازلی اپنی رائے دیتی۔

"اجی صاحب! میں تو کہتا ہوں رشوت کی کرامت ہے ساری۔ دیکھتے نہیں ٹھاٹ صاحب زادے کے۔" اکرم نے فائل چیک کرتے ہوئے کہا۔

ایسی بہت سی باتیں تھیں جو اس کے متعلق گردش کرتی رہتیں۔ آصف حمید کی شخصیت نے وہاں کے رہنے والوں کو ایک نئی دلچسپی ضرور دے دی تھی۔ شگفتہ کو بھی اس نے متاثر کیا لیکن اب اس نے ہر چیز کو دفتری نقطہ نظر سے دیکھنا شروع کردیا تھا۔ وہ دوسروں سے غلط امیدیں لگا کر ان کی باتوں سے غلط فہمی کا شکار نہیں ہوتی تھی۔ وہ دوسری لڑکیوں کی نسبت بہت سنجیدہ رہتی۔ جب اس کے اپنے گھر والے ہی اس کے اہم فرض سے نظر چرائے بیٹھے تھے تو وہ باہر کے لوگوں پر اعتماد کیسے کرسکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے گھر والوں کو اس کی تنخواہ ایک نشے کی مانند لگ چکی تھی اور وہ اس کی شادی کرکے اپنے آپ کو کسی خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے۔ جب سے اس نے اس بات کو محسوس کیا تھا۔ اس نے اندر تلخی سی بھر گئی تھی۔

وہ دفتر میں اس تلخی پر سنجیدگی کا خول چڑھائے رکھتی۔ ویسے بھی اس نے ملازمت اختیار کرتے وقت اپنے لیے کچھ اصول وضع کیے تھے جن پر وہ کافی حد تک عمل پیرا رہی تھی۔ وہ اپنے مرد کولیگ سے ہرگز بے تکلف نہ ہوتی۔ ہر ایک کو اس کے مقام پر رکھ کر بات کرتی۔ اس کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے مرد اسٹاف، جو بشریٰ اور نازلی سے بے حد بے تکلف تھا۔ شگفتہ سے بات کرتے ہوئے محتاط رہتا۔

بشریٰ کی تو اپنے خالہ زاد سے منگنی ہو چکی تھی لیکن نازلی کا ابھی ایسا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ بشریٰ اپنی منگنی ہو جانے کا فائدہ اٹھاتی اور ہر کسی سے بے تکلف ہو جاتی۔ نازلی تھی ہی بے حد کھلے ڈھلے مزاج کی ہنسوڑ سی لیکن شگفتہ ایسی نہیں تھی۔ وہ بس ایک حد تک ہی کھلتی تھی۔ ایک خاص حد تک دوسرے کو اپنے قریب آنے دیتی۔ لیکن اب۔۔۔ اب کس نے۔۔۔ یہ حد بڑی آسانی سے پھلانگ لی تھی اور وہ ایک ہی جست میں اس کے بے حد قریب آپہنچا تھا۔

☼ ☼ ☼

"کہاں جائیے گا؟"

وہ جو اسٹاپ پروین کے انتظار میں بے کل ہو رہی تھی چونک گئی۔

"گھر جا رہی ہوں۔" وہ سپاٹ سے لہجے میں بولی۔

"آئیے۔ میں چھوڑ دوں آپ کی ریلوے کالونی میرے رستے میں ہی آتی ہے۔"

"آپ کیسے جانتے ہیں کہ میں ریلوے کالونی میں رہتی ہوں؟" اس نے چونک کر اس پر سوال داغ دیا۔

"ایک بار وہاں سے گزر رہا تھا تو آپ کو وہاں اترتے دیکھا تھا۔" آصف حمید مسکرا کر بولا۔

"تو کیا خیال ہے چلیں۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرکے بولا۔

"جی نہیں شکریہ۔" سنجیدگی سے شکریہ ادا کرکے اس نے منہ موڑ لیا۔

پتہ نہیں کیوں آصف حمید کی شخصیت نے اس کو بے چین کردیا تھا۔ اس نے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ پونچھا۔ اسی لمحے اس کی وین آگئی گھر میں بھی آصف کی شخصیت اس پر چھائی رہی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسلسل اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ الٹی سیدھی سوچیں بلاوجہ آصف حمید کے متعلق اس کے ذہن میں آنے لگیں۔

"مجھے ہی کیوں لفٹ کی آفر کی؟ نازلی بھی تو وہیں کھڑی تھی۔"

"میرا گھر کیوں یاد رکھا اس نے؟"

ایسی بے تکی باتیں بار بار پریشان کرنے لگیں۔ بالآخر اس نے گھر کے کاموں میں خود کو الجھا کر کافی حد تک ان سوچوں سے چھٹکارا پالیا۔

دوسرے دن آفس گئی تو کل والا واقعہ اس کے ذہن سے محو ہو چکا تھا۔ وہ حسبِ معمول دفتری لیٹر ٹائپ کر رہی تھی کہ خوشبوؤں میں مہکا ہوا وجود اس کے میز کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"ہیلو مس شگفتہ!"

اس نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔ "ہیلو!" وہ مختصر جواب دے کر دوبارہ کمپیوٹر پر مصروف ہوگئی۔

"کیا اسپیڈ ہے آپ کی؟" وہ دونوں ہاتھ میز کے

کناروں پر جما کر تھوڑا اس کی جانب جھک کر بولا۔
"50 پرسنٹ؟" وہ بدستور کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے بولی۔
"ویری گڈ۔ اگر مائنڈ نہ کریں تو میری ایک ایپلی کیشن ٹائپ کردیں۔"
"آئی ایم سوری۔ میں اس وقت مصروف ہوں۔ آپ نازلی سے کروالیں۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی معذرت خواہ لہجے میں بولی۔
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے ذرا جلدی ہے۔ اس لیے آپ سے کہہ رہا ہوں۔ مس نازلی تو۔۔۔"
"اچھا لائیں۔ مجھے دیں۔" اس نے ایپلی کیشن اس کے ہاتھ سے لے لی۔
"تھینک یو مس شگفتہ! سو نائس آف یو۔"
وہ بڑی خوب صورت سی مسکراہٹ سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ اس کی مسکراتی آنکھیں سجا سجایا سراپا، مہکا ہوا وجود شگفتہ کی سنجیدہ شخصیت میں دراڑیں ڈالنے لگا۔
"یہ لیں۔" شگفتہ نے پرنٹ آؤٹ نکال کر آصف کی جانب بڑھادیا۔
"تھینک یو۔" وہ کاغذ پکڑے سیٹی بجاتا ہوا اپنی میز پر جا بیٹھا۔
لنچ بریک میں وہ حسبِ معمول گھر سے لائے ہوئے کھانے سے پیٹ پوجا کرنے ہی والی تھی کہ آصف حمید کو اپنی میز کی طرف آتا دیکھ کر اس نے ارادہ ملتوی کردیا۔
"ارے مس شگفتہ! آپ کینٹین نہیں چل رہیں؟"
"نہیں۔ کچھ بھوک نہیں محسوس ہو رہی۔" اس نے بہانہ بنایا۔
"بھوک تو مجھے بھی محسوس نہیں ہو رہی۔ تو کیا خیال ہے چائے اور سموسے ہو جائیں۔ کیوں مس نازلی، مس بشریٰ؟" وہ سب سے مخاطب ہو کر بولا۔
"لیکن کس خوشی میں؟" بشریٰ نے مسکرا کر پوچھا۔
"ارے ہماری کیا خوشی۔ ہم تو دوسروں کی خوشیوں میں خوش ہوتے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولا اور بڑے ذو معنی انداز میں شگفتہ کی طرف دیکھنے لگا۔
"کریم بخش! ذرا جلدی سے ایک فل سیٹ چائے کا تو لے آؤ اور ساتھ میں سموسے اور پیسٹری۔"
چائے کے دوران اس کی دلچسپ باتوں سے سب محظوظ ہوئے تھے۔
شگفتہ جس نے دفتری ماحول سے صرف دفتری حد تک سمجھوتا کر رکھا تھا۔ آصف حمید کی شخصیت نے اس کے اس سمجھوتے میں شگاف پیدا کردیے تھے۔ وہ اپنی دوسری کولیگ کی برعکس بہت محتاط اور سنجیدہ تھی۔ دفتر نوکری اور اس دنیا میں بسنے والی لڑکیوں کے متعلق غلط خیالات کی تردید کی خاطر وہ بہت محتاط رہتی۔ وہ اپنا کوئی نازک پہلو کسی پر آشکار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ جو فطری طور پر نوکری سے خائف تھی اور گھریلو زندگی کو اس زندگی پر ترجیح دیتی تھی، اپنے آپ کو اس ماحول اور یہاں کے بے بنیاد اسکینڈلوں سے بچانا چاہتی تھی۔ اتنی احتیاط اور محتاط رویے کے باوجود لگتا تھا کہ آصف حمید دل کے کسی چور گوشے کو جان گیا تھا اور دھیرے دھیرے اندر داخل ہونے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

گھر کے حالات میں اس کی زندگی مصنوعی جھیل میں پڑے ہوئے پانی کی مانند ہو گئی تھی ساکن اور ساکت۔
اس کی تنخواہ جو ابا کی تنخواہ کے برابر تھی۔ گھر والوں کو مضبوط سہارا تو دے گی لیکن لگتا تھا کہ اب وہ لوگ اس کے لیے کسی سہارے کو تلاش کرنے کے متلاشی نہیں رہے تھے شروع شروع میں نوکری کی چکا چوند نے اسے متاثر کیا تھا لیکن اب وہ اس سے اکتانے لگی تھی۔ اب وہ چاہتی تھی کہ وہ اپنی کالج کی دوسری سہیلیوں کی طرح گھر کے کاموں میں الجھے گھر سجائے۔ شوہر والی کہلائے لیکن امی ابا نے اب اس کے لیے اس زندگی کے آغاز کو شروع نہ کرنے کا شاید فیصلہ کرلیا تھا۔

"پتہ ہے کماتی ہوں۔ وہ کیوں سونے کی چڑیا کو ہاتھ سے جانے دیں گے۔" وہ تلخی سے کھلم کھلا ماں باپ کے خلاف سوچتی۔
"جانتے ہیں اگر شادی کردی تو گھر کا خرچ کیسے چلے گا؟"
"عیش کرتے ہیں سارے میرے پیسوں سے۔ آج میں تنخواہ بند کردوں تو عقل ٹھکانے آجائے گی۔"
وہ نہ جانے کیا کیا سوچتی رہتی اور ان ہی سوچوں نے بغاوت اور تلخی اس کے وجود میں بھر دی تھی۔ اس نے آصف حمید کی شخصیت میں دلچسپی لینا شروع کردی۔ سنجیدگی اور کردار کی پاکیزگی کی جو اعلا دیوار اس نے اپنے اردگرد کھڑی کی تھی وہ گرنے لگی۔

☼ ☼ ☼

"ٹھک ٹھک کوئی ہے؟" آصف حمید نے اس کی میبل بجا کر بولا۔
شگفتہ اپنے خیالات سے چونک گئی۔
"جی فرمایئے!" وہ سنجیدگی سے کاغذات کو ترتیب دیتے ہوئے بولی۔
"اجی فرمائیں تو ہم تب ناں جب آپ ہماری طرف متوجہ ہوں۔"
"آپ کی بات سننے کے لیے آپ کی طرف دیکھنا ضروری نہیں۔" وہ بدستور اپنے کام میں مشغول رہی۔
"جیسے آپ کی مرضی۔ ویسے میری شکل اتنی خوف ناک نہیں کہ آپ اسے ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہ کریں۔" آصف مزے سے بولا۔
"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" شگفتہ کچھ اکھڑے انداز سے بولی۔
"تو پھر کیا مطلب تھا آپ کا؟" آصف بدستور شگفتہ کو زچ کرتے ہوئے بولا۔
"آپ کام کی بات کریں۔ میں اس وقت مصروف ہوں۔" شگفتہ مزید کھردرے لہجے میں بولی۔
"ارے آپ خفا نہ ہوں۔ میں تو آپ کو انوائیٹ

کرنے آیا تھا۔ کل میں نے ہوٹل مہران میں آفس کے لوگوں کو چائے پر بلایا ہے۔ میں دعوت دے رہا ہوں جاب ملنے کی۔"

"آئی ایم سوری آصف صاحب! میں نہیں آسکوں گی۔"

"کیوں کیوں؟" آصف حمید جلدی سے بولا۔

"وہ..... وہ مجھے کچھ کام ہے۔" وہ فوری طور پر یہی بہانہ کرسکی۔

"چلیں کوئی بات نہیں دعوت پرسوں ہو جائے گی۔" وہ بھی جلدی سے بولا۔

"نہیں نہیں آصف صاحب! دراصل میں پارٹیوں وغیرہ میں شرکت نہیں کرتی۔"

"پلیز مس شگفتہ! میری خاطر۔" وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"دیکھیں آصف صاحب میں...؟"

"پلیز۔"

"دیکھیں میں نے کہا ناکہ...؟"

"پلیز۔"

"میں نہیں آسکتی۔"

"پلیز۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" شگفتہ بے چارگی سے بولی۔

"یہ ہوئی نا اچھی لڑکیوں والی بات تھینک یو مس شگفتہ! میں کل تین بجے انتظار کروں گا۔" اور سیٹی بجاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

شگفتہ آصف حمید کے یوں اصرار پر بے حد حیران بھی تھی اور ایک عجیب سا احساس بھی اس کے وجود کو گھیرے میں لے رہا تھا' وہ شاید مسرت کا احساس تھا 'خوشی کا یہی وجہ تھی کہ کل اس نے اپنے سب سے بہترین کپڑے پہنے 'نفاست سے میک اپ کیا۔

رکشہ لے کر جب وہ مہران ہوٹل پہنچی تو اسے کچھ عجیب سا لگا۔ دل میں خوف بھی تھا اور عجیب سا احساس بھی ہال میں داخل ہوئی تو آفس کے لوگوں کو ڈھونڈنے کے لیے اپنی نگاہیں دوڑائیں۔ وہ پہلی مرتبہ کسی اتنے بڑے ہوٹل میں آئی تھی اور خاصی نروس ہو رہی تھی۔

لیکن اسے وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا۔ اچانک اس کے عقب میں کسی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"ہیلو شگفتہ!"

وہ گھبرا کر پیچھے مڑی۔

تھری پیس اعلا سوٹ میں ملبوس آصف حمید مسکراتی ہوئی نظروں کے ساتھ اس کے فق ہوئے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"اوہ! آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔" شگفتہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

"ارے بابا! بے ہوش مت ہونا۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔"

"باقی سب لوگ نظر نہیں آرہے۔" وہ چلتے ہوئے مخصوص ٹیبل پر پہنچے تو شگفتہ نے پوچھا۔

"آصف نے اس کے لیے کرسی سرکائی اور خود اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"باقی سب لوگ اس لیے نظر نہیں آرہے کہ وہ ابھی آئے نہیں ہیں۔"

"مگر آپ نے تو تین بجے کا کہا تھا۔"

"وہ تو میں نے آپ کو تین بجے کا کہا تھا۔ باقی سب لوگ تو چار بجے آئیں گے۔"

"مگر آپ نے مجھے اتنی جلدی کیوں بلا لیا؟" وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے ارے بیٹھو تو سہی۔ بتاتا ہوں کہ تم کو کیوں جلدی بلایا ہے۔"

وہ سہم کر کرسی پر ٹک گئی۔

کچھ دیر دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔

"شگفتہ!" آخر چند لمحوں کے بعد آصف نے پکارا۔

"پہلے تو میں تم سے اپنی دونوں باتوں کی معافی چاہتا ہوں۔ ایک تو میں نے تم سے غلط بیانی کی اور دوسرا تم کہنے پر بھی تم ناراض تو نہیں ہو۔" ناجانے اس کے لہجے میں کیا تھا کہ وہ ناراض ہونے کے باوجود خاموش اس کے سامنے بیٹھی رہی۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس لیے تمہیں پہلے بلایا۔ دراصل شگفتہ! مجھے تم نے بہت انسپائر کیا ہے۔ تمہاری سنجیدگی تمہارا رکھ رکھاؤ۔"

"پلیز آصف صاحب! میں اب چلتی ہوں۔" شگفتہ اس کی باتوں سے گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"شگفتہ بیٹھ جاؤ۔" اس کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا کہ وہ ایک معمول کی مانند دوبارہ بیٹھ گئی۔

"اگر تم یوں چلی گئیں تو میں اپنے آپ کو بہت گلٹی محسوس کروں گا۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟" شگفتہ بمشکل بولی۔

"میں تمہیں چاہتا ہوں۔"

آصف کے لہجے کی بے باکی نے ایک لمحے کے لیے شگفتہ کو سن سا کر دیا۔

وہ جان نہ سکی کہ وہ ان الفاظ کا کیا ردِ عمل پیش کرے منفی یا مثبت وہ تو بس ان دونوں کے بیچ میں چکرا کر رہ گئی۔

"ہاں شگفتہ! میں تمہیں چاہتا ہوں اور اپنانا بھی چاہتا ہوں۔"

"پلیز آصف صاحب! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" شگفتہ روہانسی ہو کر بولی۔

"وہی کہہ رہا ہوں جو میرا دل کہتا ہے کیا تمہارا دل بھی میرے بارے میں یہی نہیں کہتا۔"

شگفتہ نے اپنی ڈری ہوئی نظریں اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے خوش شکل 'پڑھے لکھے شخص کی طرف دیکھا۔ یہ وجیہہ انسان میرے بارے میں اس طرح سوچتا ہے۔ وہ حیران تھی اور پھر اس کی حیرانی پر شرم اور خوشی کی سرخی چھا گئی۔

☼ ☼ ☼

رات چارپائی پر لیٹی کتنی بار وہ باتیں وہ لمحے وہ منظر دوہرا چکی تھی۔ کبھی کبھی یہ سب کچھ اسے خواب سا لگنے لگتا۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ جو کچھ وہ رومانوی رسالوں کو پڑھتے ہوئے محسوس کرتی ہے۔ وہ حقیقی زندگی میں بھی ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کرنے لگی۔ آفس کا سب سے خوش شکل 'صاحبِ حیثیت لڑکا اس پر مرمٹا تھا۔

"لیکن مجھ میں کیا خاص بات ہے؟" وہ خود سے سوال کرتی حالانکہ آفس میں نازلی بھی ہے 'خاصی خوش شکل ہے میری سنجیدگی میری مضبوط شخصیت شاید ہی اس کو بھا گیا ہو۔ خود ہی اپنے آپ کو تسلی دیتی اور نازلی وہ تو بہت ہی بے باک سی ہے۔ ایسی لڑکیوں کو شریف لڑکے تھوڑا ہی پسند کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو پاکیزگی 'نیکی 'اچھائی کے اصلی سنگھاسن پر بٹھا کر سوچتی اور پھر آصف کی ذو معنی باتوں ملاقاتوں نے اسے دنیا کی سب سے اچھی اور خوب صورت لڑکی سمجھنے پر مجبور کر دیا۔

آصف سے اس کی ملاقاتیں بڑھتی گئیں 'شگفتہ کی خوش فہمیاں بھی بڑھتی گئیں ان دونوں کے آفس میں افیئر کی کہانیاں بھی بڑھتی گئیں۔ لیکن جو چیز کم ہوتے ہوئے ختم ہو گئی۔

وہ دوسرے لوگوں کی اس کے لیے عزت تھی۔ لیکن شگفتہ کو اس کا احساس نہیں تھا۔ آج کل اس کے قدم زمین پر نہیں تھے وہ تو آصف کے سنگ ہواؤں میں اڑتی پھر رہی تھی۔

"آخر کب آرہی ہیں تمہاری بہن صاحبہ؟" وہ پارک میں سیمنٹ کے بنچ پر بیٹھے تو شگفتہ نے پوچھا۔

"اوفو بڑا انتظار ہے اپنی نند کا۔"

"توبہ تم تو ابھی سے شروع ہو گئے بتاؤ نا؟"

"آپا کا فون آیا ہے' وہ اگلے ہفتے کے شروع میں آجائیں گی اور جس دن وہ آئیں گی۔ اسی دن ماں دولت ان کو لے کر تمہارے ہاں پہنچ جائیں گے کیوں کیسا ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے آصف! لیکن ہو سکتا ہے وہ مجھے پسند نہ کریں۔" شگفتہ کے دل میں وہی اپنی معمولی شکل و صورت اور حیثیت کا غم بول رہا تھا۔

"ارے بابا کیسے پسند نہیں کریں گی۔ انہوں نے تو کہا ہے کہ جو میرے بھائی کی پسند وہی میری پسند ہے۔" آصف نے بھرپور انداز سے شگفتہ کی دلجوئی کی۔

"لیکن مجھ میں تو کچھ ایسا خاص نہیں جو—"

”کیا کمی ہے تم میں جو تم ایسا سوچتی ہو۔ تم میرے لیے بہت خاص ہو۔ میں نے تو ہمیشہ ایسی لڑکی کے خواب دیکھے تھے، جو با اعتماد ہو، میرے شانہ بشانہ چل سکے۔ یہ گھریلو قسم کی دبو سی لڑکیاں تو مجھے سخت ناپسند ہیں۔“ آصف جلدی سے شگفتہ کی بات کاٹ کر بولا۔

اور اس کی اس بات سے شگفتہ کے دل کے اندر کچھ کٹتا چلا گیا۔ ”گھریلو اور دبو لڑکیاں سخت ناپسند ہیں۔“ آصف کی بات اس قدر زور سے اس کے ذہن میں چکرائی کہ شگفتہ کے سارے خیالات گرداب میں پھنس گئے۔

”پتا ہے آصف! مجھے تو جاب کرنے کا بالکل شوق نہیں۔ یہ تو میں مجبوری کے تحت کرتی ہوں۔“ شگفتہ کچھ ڈرے ڈرے بولی۔ ”میں تو سوچ رہی تھی کہ شادی سے پہلے ہی استعفیٰ دے دوں گی۔“

”یہ کیا بے وقوفوں والی بات کر رہی ہو۔ استعفیٰ دینے کی ضرورت نہیں۔“ آصف تیزی سے بولا۔

”مگر آصف! تم خود ہی تو کہتے تھے کہ ہم ایک چھوٹا سا گھر بنائیں گے اور جب میں دفتر سے لوٹوں گا تو تم مسکراتی...“

”اوفوہ! وہ تو سب ٹھیک ہے مگر خود سوچو آج کل کے مہنگائی کے دور میں مجھ اکیلے کی تنخواہ سے کیا ہو گا۔ ہم دونوں کو اس گھر کی تعمیر میں محنت کرنا ہو گی۔“ آصف جھنجلا کر بولا۔

”تو اس کا مطلب ہے مجھے نوکری کرتے رہنا ہو گا۔“ شگفتہ کھوئی کھوئی بولی۔

”تو اور کیا اور ویسے بھی میں نے تمہیں بتایا ہے کہ مجھے ورکنگ ویمن با اعتماد لڑکیاں پسند ہیں۔“ آصف بغور شگفتہ کا چہرہ دیکھ کر بولا جہاں پر محبت اپنائیت کے رنگ دم توڑتے محسوس ہو رہے تھے۔ سفیدی اور پھیکا پن پورے چہرے کو گھیرے میں لیے ہوئے تھا۔

”اور مجھے تو تمہارے کردار کی پاکیزگی، اعتماد اور دلکش چہرے نے مسحور کر دیا تھا۔ اب تو میں تمہارے علاوہ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتا۔“ آصف نے اپنی بات سے شگفتہ کے بجھے ہوئے چہرے کو امید کی نئی لو دینا چاہی۔

”تمہارا ساتھ ہو گا تو میں دنیا کی ہر مشکل ہر رکاوٹ کو آسانی عبور کر لوں گا۔“ اس کا شگفتہ کے خ بستہ ہاتھ پکڑ لیے۔ امید کے چراغ میں نیا ایندھن ڈالا گیا۔

شگفتہ بغیر کسی مزاحمت کے اس کے سامنے بت بنی بیٹھی رہی۔ خوابوں کے ٹوٹنے کا شور اس قدر تھا کہ وہ بیرونی دنیا کی آوازوں کو مکمل طور پر سن ہی نہیں رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

کتنے دن لگ گئے اس کو آصف کی باتوں سے نئے نظریات افکار اور خیالات تشکیل دینے میں۔ بالآخر وہ کامیاب ہو گئی۔ آصف کی باتوں میں وزن تھا۔ آج کل کے مہنگائی کے دور میں ایک انسان کے کمانے سے کیا ہوتا ہے۔ آج کل تو میاں بیوی دونوں کچھ نہ کچھ کریں تو ہی زندگی کی گاڑی چلتی ہے۔ کیا ہوا جو نوکری کرتے رہنا ہو گا۔ پہلے بھی تو کرتی تھی۔ کیسے ماں باپ کا سہارا بنی تھی۔ اب اپنا اور اپنے ہم سفر کا بوجھ اٹھاؤں گی۔ اپنے گھر کو بنانے کے لیے مشقت کروں گی ماں باپ بہن بھائیوں پر خرچ کرنے میں وہ سکون اور قلبی اطمینان کہاں تھا جو اپنے ذاتی گھر کو سجانے اور اس پر خرچ کرنے میں ہو گا؟“ وہ بے حد خود غرضی سے سوچنے لگی۔

”اور پھر آصف تو مجھے میرے کردار کی مضبوطی اور خوب صورتی کی وجہ سے پسند کرتا ہے۔ نوکری تو ایک پلس پوائنٹ ہے اس کے لیے جب زندگی میں خوش حالی اور آسودگی آئے گی تو میں نوکری کو خیرباد کہہ دوں گی۔“

اپنے آپ کو بہلاتے ہوئے وہ یکسر لوگوں کی باتوں اور جگہ جگہ لگے آئینے کو بھول گئی لوگ جو اب اسے ایک لوز کریکٹر سمجھنے لگے تھے اور آئینہ جو سچ بولتا تھا کہ وہ بے حد عام خدوخال کی لڑکی ہے۔

آصف کی محبت کا الاؤ اس قدر بھڑک اٹھا تھا کہ سچ اس میں جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

”میڈم! آپ سے دو خواتین ملنے آئی ہیں۔“ کریم بخش نے اس کی ٹیبل پر آکر اطلاع دی۔ آج کام کی زیادتی اور آصف کی غیر حاضری کی وجہ سے دل اور دماغ دونوں ہی بہت بوجھل تھے۔

”کون ہیں؟“ شگفتہ بیزاری سے بولی۔

”معلوم نہیں جی وہ کہہ رہی تھی کہ مس شگفتہ ریاض سے ملنا ہے۔“ ”میں انہیں وزٹنگ روم میں بٹھا کر آیا ہوں۔“

وہ بے دلی سے اٹھ کر وزٹنگ روم میں آ گئی۔ کمرے میں اے سی سے ہلکی ہلکی خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کو کمرے میں آتا دیکھ کر دونوں خواتین صوفوں سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ ان میں سے ایک فربہ ادھیڑ عمر کی خاتون تھی۔ شکل و صورت واجبی لیکن شخصیت میں ٹھہراؤ سا تھا۔ دوسری نوجوان لڑکی تھی۔

شگفتہ کی نظریں اس کی طرف اٹھیں تو وہ ایک لمحے کو نظریں ہٹانا بھول گئی گوری رنگت دلنشیں نقوش گہری کالی آنکھیں دبلی پتلی سرو قد وہ لڑکی نسوانی حسن کا مرقع تھی ڈائجسٹ کی مکمل ہیروئن۔

”میں شگفتہ ہوں آپ؟“ شگفتہ الجھن سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

”میں مسز آسیہ ہوں آصف حمید کی بڑی بہن اور یہ قرۃ العین ہے آصف حمید کی منگیتر۔“

شگفتہ کو یوں لگا کہ ارض و سما اپنی جگہ سے ہل گئے ہوں، لیکن اس کے پاؤں تو ابھی بھی مضبوطی سے فرش پر جمے تھے۔ اس نے بے اختیار ہی اپنے پیروں کی جانب دیکھا۔ ٹھنڈے کمرے میں اسے پسینہ آ گیا۔

”سر جھکانے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتی ہوں۔ تم شرمندہ ہونے کے ساتھ ساتھ حیران بھی ہو گی۔“ مسز آسیہ کی قیافہ شناسی کیسی حیرت انگیز تھی انہوں نے خود بخود وہ بات اخذ کر لی تھی جو ابھی وقوع پذیر ہی نہ ہوئی تھی۔

”شرمندہ! کیا میں شرمندہ ہوں؟“ شگفتہ نے نظریں اب ان کے چہروں پر گاڑ دیں۔

”جی فرمائیے مجھ سے کیا کام ہے آپ کو؟“ وہ حیران کن حد تک آرام سے بولی۔

”میں یہاں صرف یہ کہنے آئی ہوں کہ تم میرے بھائی کا پیچھا چھوڑ دو۔“

”اور کچھ؟“ شگفتہ ابھی تک پر سکون تھی۔

”اور یہ کہ وہ بچپن سے قرۃ العین سے منسوب ہے۔ چچا زاد ہے یہ اس کی تمہاری وجہ سے اس نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔“

”اور.....“

”اور یہ کہ میں بھی آفسوں میں کام کرنے والی لڑکیوں کو ہی بخوبی جانتی ہوں۔ نہ ان کا کوئی کردار ہوتا ہے نہ کوئی عزت نفس یہ اپنی نوکری کے بل بوتے پر لڑکوں کو پھانستی ہیں۔“

مسز آسیہ اپنے ترکش کے تمام زہر میں بجھے ہوئے تیر چلا کر خاموش ہو گئیں۔

”یہی بات تو ہے کہ میں نہیں آپ کا بھائی میرے پیچھے پڑا ہے۔ آپ کو پہلے اپنے گھر کی خبر لینا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ شادی سے انکار میری وجہ سے نہیں کر رہا بلکہ آصف کو گھریلو اور دبو قسم کی لڑکیاں پسند نہیں اور تیسری بات یہ کہ آصف نے مجھے پسند میری ملازمت کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ میرے کردار کی پاکیزگی کی وجہ سے کیا ہے۔“

شگفتہ نے اکثر کہانیوں میں پڑھا تھا کہ محبت طاقت بن جاتی ہے۔ آج اسے واقعی محبت کی قوت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اس نے سب کچھ کتنے اعتماد اور بہادری سے کہہ ڈالا تھا۔ لفظ خود بخود اس کے منہ سے ادا ہو رہے تھے۔

”یا تو تم بہت بھولی ہو یا بہت چالاک۔ تم کچھ نہیں جانتیں یا ہاتھ آیا شکار نکلنے نہیں دینا چاہتیں۔ آصف نے مجھ سے پانچ سال مانگے ہیں۔ پانچ سال بعد وہ مجھ سے شادی کرے گا۔ تم سوچو تم کیا ہو؟ کہاں کھڑی ہو اور کیا کر رہی ہو؟“

قرۃ العین نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا اور یہ

آخری آوازیں تھیں جو اس وقت اس کے کانوں تک پہنچی۔ اس نے جب نظریں اٹھائیں تو وہ گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھی تھی۔ وہ دونوں وہاں سے جا چکی تھیں۔ وہ آہستگی سے اٹھ کر ڈریسنگ روم میں لگے آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اس نے بغور اپنا جائزہ لیا۔ اسے اپنا آپ بے حد معمولی' بے حد گھٹیا لگا۔ جھوٹی محبت کی دھند چھٹ گئی تھی' اب سب کچھ بالکل کھرا اور سچا نکل آیا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی آفس میں آگئی۔

"آپ کہاں تھیں مس شگفتہ؟" اکرم اس کے ستے ہوئے چہرے کی جانب دیکھ کر بولا۔

"آج آصف صاحب بھی نہیں آئے اور آپ بھی بجھی بجھی سی ہیں۔ رونق ہی نہیں رہی۔" اکرم گھٹیا انداز سے بولا۔

"اکرم! تم کیا جانو یہ گل و بلبل کے فسانے جب گل ہی نہ ہو گا تو بلبل کیونکر چہچہائے گی۔" کرامت فائل سے نظریں اٹھا کر ذو معنی انداز سے بولا۔

شگفتہ نے غائب دماغی سے ان کی جانب دیکھا۔

"ایسا کب ہوا؟ میری جانب فقرے کب اچھالنے لگے لوگ؟ میرے کردار کے گرد اٹھی وہ دیوار کیا ہوئی؟"

شگفتہ نے پرس اٹھایا اور آفس سے باہر نکل آئی۔

☼ ☼ ☼

شگفتہ جب گھر لوٹی تو بہت شکست خوردہ تھی جیسے کوئی کھلاڑی ہار کر لوٹا ہو ہار ہی تو گئی تھی۔ اپنے آپ سے ہار گئی تھی۔ وہ تو صرف ایک مہرہ تھی جسے آصف نے استعمال کرنا تھا اور پھر اپنا مطلب نکلنے کے بعد وہ اس کے کسی کام کی نہ رہتی۔ اس نے اپنی منگیتر سے پانچ سال مانگے تھے۔ اس سے شادی سے انکار نہیں کیا تھا' صرف اس سے مہلت مانگی تھی۔ جب وہ اور شگفتہ مل کر اس کو ہر آسائش مہیا کریں گے۔ اس کے بعد شگفتہ کی آصف کی زندگی میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ اصل زندگی تو اسے قرۃ العین کے ساتھ ہی بسر کرنا تھی۔

آصف نے اسے اپنی زندگی میں شامل ہی اس لیے کیا تھا کہ وہ ملازمت کر کے قرۃ العین کے لیے دی جانے والی آسائشوں میں مددگار بنے۔ اس کی شخصیت اس کا کردار کچھ اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ صرف نوکری وہ واحد خوبی تھی جس نے آصف کو محبت کا ڈھونگ رچانے پر مجبور کیا تھا۔

وہ وہیں دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ گئی' وہ ایک صحرا سے دوسرے صحرا کی آبلہ پائی سے بہت تھک گئی تھی۔

"آپا آپا! آگئیں آپ!" یاسمین دمکتے چہرے کے ساتھ بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

"جانتی ہیں آپ خالہ آئی ہیں۔"

"ہاں جانتی ہوں" کل رات کو تو اماں نے اسے بتایا تھا کہ اماں کی کزن نادرہ فیصل آباد سے آنے والی ہے اور اپنے بیٹے اعظم کے لیے اس کا رشتہ چاہ رہی ہیں۔"

اس نے کل رات کتنی درشتی سے اماں کو منع کر دیا تھا۔

"اماں! مجھے نہیں کرنی شادی وادی۔" شگفتہ تلخی سے بولی۔

"تو کماتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب تو ہم پر حکم چلائے گی۔" اماں اس کے لہجے سے بھڑک اٹھیں۔

"اماں! میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں بس ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی گھر کے حالات ذرا بہتر ہو جائیں تو پھر سوچوں گی۔" شگفتہ دھیمے پڑ کر بولی۔

"نہیں میں اب اور کچھ نہیں سنوں گی اتنا اچھا رشتہ ہے۔ میں اور تمہارے ابا ہرگز انکار نہیں کریں گے۔" اماں حتمی انداز سے بولیں۔

"لڑکا سعودی عرب میں موٹر مکینک ہے نادرہ فیصل آباد میں ذاتی گھر ہے۔ بہنیں بھی بیاہی ہوئی ہیں اور کیا چاہیے۔" اماں رشتے کی خوبیاں گنوا کر بولیں۔

"ٹھیک ہے اگر آپ کو رشتہ اتنا ہی پسند ہے تو میرے بجائے یاسمین کی وہاں شادی کر دیں۔" وہ غصے سے کہتی ہوئی وہاں سے اٹھ آئی۔

"آپا چلو نا۔ سنو ذرا جا کر بیٹھک میں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔"

یاسمین نے اسے زبردستی اٹھایا اور بیٹھک کے دروازے کے قریب لا کھڑا کیا اور خود باورچی خانے میں بھاگ گئی۔

"اعظم آج کل سعودی عربیہ میں ہوتا ہے۔ الجبیل میں بڑا اچھا کام چل نکلا ہے اس کا۔" نادرہ خالہ کی پرجوش آواز آئی۔

"ماشاءاللہ!" اماں بولیں۔

"تم تو جانتی ہو رشیدہ میں نے پہلے بھی تم سے شگفتہ کے بارے میں بات کی تھی۔ تب تو وہ بے کار تھا لیکن اب تو وہ برسرِ روزگار ہے۔ بس اب تم مجھے مایوس نہ کرنا۔"

"ارے نہیں بہن جی ہم کب انکار کر رہے ہیں اور تب بھی ہم نے انکار نہیں کیا تھا' تب تو شگفتہ پڑھ رہی تھی۔" ابا کی آواز آئی۔

"بات یہ ہے نادرہ! شگفتہ کو گھر کی طرف سے بہت فکر ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا کہ تمہیں انکار کروں ــــ لیکن اگر تم شگفتہ کے بجائے یاسمین کے بارے میں سوچو تو ــــ" اماں جھجک کر بولیں۔

دروازے کے باہر لگی شگفتہ نے دکھ' غم' بے چارگی کی شدت سے آنکھیں موند لیں۔

"کیا کہہ رہی ہو تم رشیدہ؟" ریاض احمد کی چونکتی ہوئی آواز آئی۔

"ہاں رشیدہ! یہ تم کیا کہہ رہی ہو میں نے تو ہمیشہ شگفتہ کو ہی اپنی بہو بنانے کا سوچا ہے اس کی نیک فطرت' پاکیزہ کردار ــــ ٹھیک ہے یاسمین اور شاہدہ بھی مجھے بہت پیاری اور عزیز ہیں لیکن بہو کے روپ میں میں نے ہمیشہ شگفتہ کو ہی چاہا ہے۔"

نادرہ خالہ کی پرجوش آواز شگفتہ کی سماعت تک گئی۔ اس کے وجود پر برسوں کی تھکن سوار تھی۔ اس کا بند منہ دکھ رہا تھا۔ پاؤں کے تلوے سے لے کر ہاتھوں کی پوروں تک بے جان ہونے کو تھی۔ خالہ کی آواز نے ان سب میں نئی روح پھونک دی تھی۔ نیک پاکیزہ کتنے حیات آفرین الفاظ تھے جو اس کی سماعت میں رس گھول رہے تھے۔

"اور اعظم بھی یہی چاہتا ہے۔"

"بس بس بہن جی! آپ رشیدہ کی بات کا برا نہ مانیں۔ ہمیں آپ کا رشتہ قبول ہے۔"

"تو پھر میں بات پکی سمجھوں۔"

"آپ ہمارے اپنے ہیں آپ سے بڑھ کر ہمیں کون عزیز ہو سکتا ہے۔" ابا اٹل انداز سے بولے۔

"اور ایک اور بات بھائی صاحب شگفتہ سے کہیں نوکری وغیرہ اب چھوڑ دے' ہمارے پاس اللہ کا دیا بہت کچھ ہے اور اعظم کو پسند نہیں نوکری کرنا۔"

"نادرہ! میں تو خود شگفتہ کے نوکری کرنے کے حق میں نہیں تھی پر تو تو جانتی ہے لڑکی ذات کے لیے کچھ نہ کچھ تو جمع کرنا ہی پڑتا ہے اس کی تنخواہ کو جوڑ جوڑ کر میں نے جہیز اکٹھا کیا ہے میں ــــ"

دروازے کے ساتھ لگی شگفتہ کی آنکھوں سے آنسو نہ جانے کب کے امڈ کر اس کے دامن کو بھگو رہے تھے۔ وہ دامن جو اب داغ دار تھا۔ شاید یہ ندامت کے آنسو ان داغوں کو دھو سکتے تھے وہ وہیں بیٹھی روتی رہی۔

"میں کیا سمجھی تھی اماں میں نے کتنا غلط سوچا تھا۔"

"مجھے معاف کر دو اماں!" شگفتہ نے سسک کر اوپر دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں۔